

کیمرہ فرید کے بڑے کلوز پر۔

CUT

ساتواں منظر

صبح کا وقت جو دوسرے منظر میں تھا۔ اماں سوئی ہوئی ہے۔ ایک ہاتھ اُسے جگاتا ہے یہ فرید کا ہاتھ ہے۔ فرید بالکل پہلے کی طرح صاف ستھرا۔ صاف کپڑے اور گلے میں بستہ، سکول جانے کے لیے تیار۔

فرید :- اماں جی۔ اماں جی اٹھو۔

اماں بیدار ہو کر دیکھتی ہے اور حیران ہو جاتی ہے۔

ماں :- فرید پتھر... تم... تم کہاں جا رہے ہو؟

فرید :- سکول اماں جی۔ میری کنگھی کر دو۔

کنگھی اس کی طرف بڑھاتا ہے، جسے وہ آبدیدہ ہو کر تھامتے ہے اور اس کے بالوں میں پھیرتی ہے۔

ماں :- پر فرید... تجھے تو پتھر...

فرید :- میں نے دھکے نہیں کھائے اماں جی۔ میں نے فیتر نہیں ہونا... میں نے

پڑھنا ہے۔ (مسکرا کر) پڑھنا نہیں سنا ہے اور سیکھنا ہے۔ خدا حافظ

اماں جی۔

جانے لگتا ہے۔

ماں :- پتھر ناشتہ تو کر لے۔

فرید :- میں نے خود ہی دودھ پی لیا تھا۔

دروازے تک جاتا ہے۔

ماں :- (کچھ سوچ کر) ٹھہر پتر...

ایک کونے میں رکھی لائٹھی لاکر اس کے ہاتھ میں دیتی ہے۔

فرید :- (لائٹھی کو پرے کرتا ہے) مجھے اس کی ضرورت نہیں اماں جی۔ میں دیکھ سکتا ہوں۔

دروازے کو ٹٹول کر۔

چلا جاتا ہے۔ اماں لائٹھی کی طرف دیکھتی ہے اور پھر روتی ہوئی پرے پھینک دیتی ہے۔

CUT

آٹھواں منظر

دہی گلی۔ فرید بڑے اطمینان سے چل رہا ہے۔ صرف اُن تین چیزوں کو باری باری چھو کر چلتا ہے۔ جن کو پہلے چھوتا تھا۔ کیمرا اس کے ہاتھوں پر جوان چیزوں کو چھو رہے ہیں۔ کبھی گلی میں۔ کبھی کسی سڑک پر۔ باغ میں۔ دروازے پر اور یہیں سے وہ ہاتھ بڑے ہوتے ہیں۔ فرید اب شہر میں ہے۔ ایم اے کا طالب علم ہے۔ ہوسٹل میں رہتا ہے۔۔۔ وہ اپنے آس پاس کو اتنی اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کے اندھے ہونے کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ صرف اس کا ہاتھ کبھی کبھی چھونے کے لیے آگے آتا ہے اس کی آنکھیں بھی نارمل حرکت میں ہوتی ہیں۔ اور وہ بات سنتے ہوئے چہرہ مخاطب کی جانب کر لیتا ہے۔

مونٹاژ

فرید کالج میں۔ کلاس میں۔ ہوسٹل میں۔ دوستوں کے ساتھ۔ لائبریری میں ایک دوست کتاب پڑھ رہا ہے اور وہ سُن رہا ہے۔

CUT

نواں منظر

کالج یا ہوسٹل کی کینٹین۔ پانچ چھ لڑکیاں لڑکے بیٹھے ہیں۔ ویٹر چائے لاتا ہے۔

اور برتن فرید کے آگے رکھتا ہے ۔

لڑکی :- لائیے میں بناتی ہوں ۔

لڑکا :- خاتون آپ شاید اس محفل کے آداب نہیں جانتیں ۔ یہاں چائے ہمیشہ
فرید صاحب بائے ہیں ۔

لڑکی :- (حیرت سے) فرید صاحب ۔

فرید بڑے اہتمام اور سلیقے سے چائے بناتا ہے ۔ اور پھر پیالیاں سب کو تھماتا ہے ۔

فرید :- چینی ایک چمچ ڈال دی گئی ہے ۔ اس سے زیادہ آپ کی صحت کے لیے
مضر ہے ۔

لڑکی :- یہ آپ کیسے کر لیتے ہیں فرید صاحب ؟

فرید :- میں کیا ، کیسے کر لیتا ہوں بی بی ؟

لڑکی :- یہی چائے کیسے بنا لیتے ہیں ؟

فرید :- جیسے آپ بنا لیتی ہیں ۔ ویسے

لڑکی :- لیکن میں تو دیکھ سکتی ہوں ۔

فرید :- (مسکراتے ہوئے) میں بھی دیکھ سکتا ہوں ۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ خوش شکل

ہیں اور اسی لیے آپ کو ذرا لیے دیے رہنے کی عادت ہے ۔ آپ نے میسرے

بنائی ہوئی چائے کا صرف ایک گھونٹ پی کر پیالی رکھ دی ہے ۔ میسرے

کانوں نے پیالی کو میز سے ٹکراتے ہوئے سنا تھا ۔ میں بھی دیکھ سکتا ہوں ۔

لیکن میرا طریقہ ذرا مختلف ہے ۔

لڑکا :- فرید نے اپنی معذوری کو مجبوری نہیں بننے دیا ۔ ہم سب کو اس پر

بہت فخر ہے ۔

لڑکا :- (منہ بنا کر) خاک فخر ہے ۔ پچھلی مرتبہ دو مضمون اسے میں نے PREPARE

کروائے۔ امتحان ہوئے۔ یہ فرسٹ ڈویژن میں پاس اور ہم بالکل ہی فیل۔
 لڑکائی :- بھئی میں تو شکر کرتا ہوں کہ یہ دوڑوں میں حصہ نہیں لیتا ورنہ وہاں بھی
 ہمیں پیچھے چھوڑ جاتے۔

فرید :- میں پیچھے رہنا فوراً نہیں کر سکتا۔
 لڑکی :- آپ نے کیسے اپنی معذوری کو مجبوری نہیں بننے دیا؟
 فرید :- (مسکرا کر) میں معذوری نہیں۔ جسم کا ایک حصہ اگر بیکار ہو جائے تو اس
 کا مطلب یہ تو نہیں کہ سارا جسم ختم ہو گیا ہے۔ آنکھیں نہ ہونا ایک کمی ہے۔
 اور میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کمی کو کم سے کم محسوس کروں۔
 لڑکائی :- جس طرح ان صاحب۔

ایک لڑکے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے۔
 میں دماغ کی کمی ہے اور یہ بھی اسے کم سے کم محسوس کرتے ہیں۔
 ایک لڑکا اندر آ کر فرید کے کان میں سرگوشی کرتا ہے۔
 فرید :- معاف کیجئے گا۔۔۔ (اٹھ کر جاتا ہے)

— CUT —

دسواں منظر

فرید کا کمرہ۔ کمرے میں فرید کی ماں اور بھابی بیٹھے ہیں۔ بھابی کے ہاتھ میں ایک ٹیپ
 ریکارڈر ہے اور ماں نے ایک گٹھڑی اٹھا رکھی ہے۔ فرید کمرے میں داخل ہوتا ہے۔
 اور کھڑا ہو جاتا ہے۔ ماں فرید پتہ کہتی ہے تو اس کی طرف جاتا ہے۔
 فرید :- آپ!
 دونوں حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھتی ہیں۔

ماں :- تیرا دل اُداس نہیں ہوا تھا فرید ۔

فرید :- ہوا تھا اماں جی ۔

ماں :- تم خوش تو ہوناں پتر ۔

فرید :- جی اماں جی ۔

ماں :- مجھ سے کوئی بات کر پتر ۔

فرید :- اچھا اماں جی ۔

ماں :- جی اماں جی ۔ اچھا اماں جی شہر میں آکر بھی باتیں کرنا نہیں سیکھا ۔

فرید :- بھابی ... بھائیے کا کوئی خط پتر ۔

بھابی :- (رد ہانسی ہو کر) اُدھرا بو دہی سے آیا ہے شادی کی ہے اور چوتھے

روز فلائٹ پر واپس ... نہ یہ کوئی بات ہے ۔ ہر مہینے دن سونے جوڑے

بھیجتا ہے کسی نہ کسی کے ساتھ میں نے پھوکنے ہیں جوڑے اب

اس مہینے یہ ٹیپ ریکارڈر بھیج دیلے ہے ۔ انگریزی کیسٹوں والا ۔ نہ میں نے

پھوکنے ہے ٹیپ ریکارڈر ۔ بے تو رکھ لے فرید ۔

فرید :- لیکن بھائیے نے یہ آپ کے لیے بھیجا ہے ۔

بھابی :- تیرے کام آئے گا ۔ تو کلاس میں لے جا کے ریکارڈ کر لینا جو کچھ پڑھاتے

ہیں ، اور پھر یہاں آکر سن لینا ۔

ماں :- رکھ لے ۔ اصل میں خورشید تمہیں صرف ٹیپ ریکارڈر دینے کے لیے

ہی آئی ہے ۔ اور ہاں بلیکس کی ماں نے عجیب بات کی ہے ۔ ایک دن منہ

پھاڑ کر کہنے لگی رشتہ تو آنکھوں والے کے ساتھ کیا تھا اس کے

ساتھ نہیں ۔

بھابی :- لو میرے ویر کو رشتوں کی کمی ہے ۔ آج ہاں کرے تو چناب کے کنارے

کی کوئی سوہنی ڈھونڈ لاؤں۔

ماں :- ویسے تو بقیس اسی شام آئی تھی۔ اس قی نے تو رو رو کے بُرا حال کر لیا۔

فرید :- کیا کہتی تھی ؟

ماں :- کہتی تھی مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔۔۔۔ پر پتر اس کی ماں نے جواب دے دیا ہے تو۔۔۔۔۔

بھابی :- اماں شام سے پہلے پہنچنا ہے۔ اُٹھ۔

ماں :- تو پتر اب جلدی آ اور اپنا گھر سنبھال۔ میری ہڈیوں اور گھٹنوں میں اب طاقت نہیں رہی۔

فرید :- میں فائنل کے فوراً بعد آ جاؤں گا۔ میں نے کون سی نوکری کرنی ہے زمین جو ٹھیکے پر دے رکھی ہے۔ اسے خود کاشت کروں گا۔

اماں دروازے کے قریب جا کر رکتی ہے۔

ماں :- فرید۔ میرے پاس آ پتر۔

فرید قریب آتا ہے تو اماں کنگھی نکال کر اس کی جانب دیکھتی ہے۔

دیکھو تیرا چہرہ پیرسیدھا نہیں۔

اس کے بالوں میں کنگھی کرتی ہے اور اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔

اللہ نگہبان میرے بچے۔۔۔

دونوں جاتی ہیں فرید ٹیپ ریکارڈر چھو کر دیکھتا ہے۔ پھر اُسے آن کرتا ہے۔

9 JUST CALLED TO SAY THAT 9

LOVED YOU

اندھے گلوکار سیٹوی ونڈرز کا گانا سنتا ہے، اور اس پر اثر

ہوتا ہے۔

CUT

گیارہواں منظر

فرید کلاس میں۔ پروفیسر کی بات غور سے سن رہا ہے۔ کلاس سے نکل رہا ہے
وغیرہ وغیرہ۔

CUT

بارہواں منظر

کالج یا یونیورسٹی کے کلاس روم سے لڑکیاں اور لڑکے نکل رہے ہیں۔ ان میں نئی لڑکی سویرا
شہر یار بھی ہے۔ وہ ایک بے حد امیر باپ کی اکلوتی بیٹی ہے اور اس میں کچھ مردانگی
ہے یعنی بڑے یقین کے ساتھ اور بغیر ڈر سے بات چیت کرتی ہے۔ سیدھی ہو کر چلتی
ہے۔ خوش شکل ہے اور آنکھیں بے حد خوب صورت ہیں۔ باہر نکل کر ایک بچہ پر
جا بیٹھتی ہے۔ کچھ دور باقی تینوں لڑکیاں بیٹھ جاتی ہیں۔
لڑکی ۱۔ مجھے تو بڑی بد دماغ لگتی ہے۔

۲۔ لو پیچھے سے رہنے والی تو حافظ آباد کی ہے ناں...

۳۔ کیوں بھی حافظ آباد میں بندے نہیں رہتے۔ میں خود کالاشاہ کا کوئی
رہنے والی ہوں۔

۴۔ تمہاری بات اور ہے۔ سنا ہے اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہے۔ بلکہ
باپ کی۔ اور بابا بہت زبردست امیر ہے۔

۵۔ ویسے بھی یہ تو مانو ہی مانو کہ خوب صورت بہت ہے۔ اور کیا آنکھیں ہیں

جیسے سیاہ تتلیاں پھڑک رہی ہوں، جیسے دو گہری جھیلیں ہوں۔

۲۔ حافظ آباد میں تو چھپڑ وغیرہ ہوتے ہیں، مائی ڈیر، جھیلیں نہیں۔

اتنی دیر میں سویرا اپنے پنج سے اٹھتی ہے اور ان تینوں کے پاس آجاتی ہے۔

سویرا :- السلام علیکم۔

۱۔ ۲۔ ۳۔ :- وعلیکم السلام۔

سویرا :- میرا نام سویرا شہر یار ہے۔

۲۔ :- یہ کثوم ہیں۔ ادھر طاہرہ اور میں جمیلہ ہوں۔ آئیے، بیٹھئے۔

سویرا :- میں آج کے لیکچر کے نوٹس نہیں لے سکی۔ پہلا دن تھا ناں۔ کیا آپ مجھے

اپنے نوٹس ایک دن کے لیے دے سکتی ہیں۔ نقل کر کے واپس کر دوں گی۔

۳۔ :- (نوٹس دیتے ہوئے) کچھ اتنے شاندار تو نہیں بہر حال۔۔۔

سویرا :- شکریہ۔

چاروں کچھ دیر چپ رہتی ہیں۔

سویرا :- دیکھیں ابھی ہمیں پورے چھ ماہ اکٹھے رہنا ہے کیا ہم سب اس طرح چپ

بیٹھی رہیں گی؟

۲۔ :- آپ ہی کوئی بات کریں۔ (مسکراتی ہے)

سویرا :- ہم لوگ حافظ آباد کے رہنے والے ہیں۔

تینوں ہنسنے لگتی ہیں سویرا حیران ہو کر دیکھتی ہے۔

۱۔ :- اور جمیلہ کالا شاہ کاکو کی رہنے والی ہے۔

پھر ہنستی ہیں لیکن سویرا کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں ہنسنے لگی ہیں۔

سویرا :- وہاں ہیں اپنے ابو کے ساتھ رہتی ہوں۔

۳۔ :- اور امی؟

سویرا :- وہ نہیں ہیں۔ صرف ابو ہیں اور میں۔ پہلے میں اسلام آباد میں پڑھتی تھی۔ اور اپنی ایک خالہ کے پاس رہتی تھی۔ خالو کی ٹرانسفر ہو گئی تو مجھے یہاں آنا پڑا۔

وہ تینوں بڑے غور سے اس کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔

آپ لوگ میری طرف اتنے غور سے کیوں دیکھ رہی ہیں۔

۱۔ بالکل سیاہ تتلیوں کی طرح پھٹک رہی ہیں۔

۲۔ اور جمیل ہیں۔

۳۔ سبحان اللہ۔

سویرا :- میں سمجھی نہیں۔

۱۔ یہ مخلوق بڑی بدتمیز ہے۔ آپ اسے چند روز میں سمجھ جائیں گی۔

فرید قریب سے گزر رہا ہے۔ اس طرح چل رہا ہے کہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ نابینا ہے....

جمیلہ :- فرید صاحب۔ ذرا ادھر تشریف لائیے۔

فرید مڑتا ہے اور ان کے قریب آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔

فرید :- جی فرمائیے۔

۲۔ آپ کے پاس چیونگم ہوتی ہے۔ ذرا ہم بے چاروں کو ایک ایک چیونگم تو کھلائیے۔

فرید مسکرا کر جیب میں سے تین چیونگم دیتا ہے۔

۳۔ ایک اور۔ سویرا شہریار کے لیے۔ یہ آج پہلے دن آئی ہیں۔

فرید :- انہوں نے تنقید کے حوالے سے بہت پر مغز سوالات کیے تھے کلاس میں۔

چوتھی چیونگم نکال کر آگے کرتا ہے۔ سویرا ہاتھ بڑھاتی ہے۔ فرید کا ہاتھ وہیں ہے۔

سویرا جھنجھلا کر آگے بڑھ کر اٹھاتی ہے۔ ان کے ہاتھ مس ہوتے ہیں۔ فرید کے چہرے
کاری ایکشن۔ سویرا سمجھتی ہے کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے۔ ہنڈا ناپسند
کرتی ہے۔

سویرا :- اگر آپ کسی ڈرامے میں اندھے کا کردار ادا کر رہے ہیں تو کم از کم اس کی
ریہرسل یہاں تو نہ کریں۔

فرید :- جی۔

جمیلہ :- (گھبرا کر) دراصل سویرا صاحبہ۔ میرا خیال ہے اگلے لیکچر کا وقت
ہو گیا ہے۔

۲۱۱ :- ہاں چلنا چاہیئے۔

وہ تینوں اس صورت حال سے نکلنے کے لیے جلدی سے چلی جاتی ہیں۔ سویرا بھی
جانے لگتی ہے۔

فرید :- میں سویرا (سویرا مڑتی ہے) میں آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ مجھے

اندھے کا کردار ادا کرنے کے لیے کسی خاص ریہرسل کی ضرورت نہیں۔

سویرا پز انکشاف ہوتا ہے کہ وہ تو سچ مح اندھا ہے۔ اس کاری ایکشن۔

CUT

تیرہواں منظر

کینٹین۔ فرید اپنے ہم جماعت لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ بیٹھا ہے۔

فرید :- مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں معذور افراد کو معاشرے کے بہاد سے

الگ کر کے کنارے پر بٹھا دیا جاتا ہے کہ بھی تم تو بے چارے نابینا ہو، چل

پھر نہیں سکتے، اپنا بچ ہو اس لیے ادھر بیٹھے رہو۔۔۔۔ ہم تمہیں دیکھ کر

چہرے پر افسوس اور رنج کے جذبات لے آئیں گے... زبان سے چچ چچ کریں... ہمدردی کریں گے... لیکن تمہیں اپنے ساتھ ساتھ نہیں چلائیں گے... تو جناب میں تو ساتھ ساتھ چلوں گا۔

لڑکا :- (ہنس کر) بس ساتھ ساتھ ہی چلو۔ تم تو ہم سے آگے نکل جاتے ہو۔
فرید :- پہلے میری آنکھیں تھیں، اب نہیں ہیں... اس کے علاوہ تو میرے پاس وہ سب کچھ ہے جو دوسرے انسانوں کے پاس ہوتا ہے... یوں بھی اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہے کہ اگر انسان کی ایک حس چھین جائے تو اس کی بقیہ حسیں پہلے سے تیز ہو جاتی ہیں تو جناب کوئی چیز کم نہیں ہوتی... حساب برابر ہوتا ہے۔

لڑکا :- یا ایک چیز تو تم مس کرتے ہو گے!

فرید :- کون سی؟

لڑکا :- کسی حسین چہرے کو دیکھنا...

فرید :- نہیں... بہت زیادہ نہیں... آپ نہیں جانتے کہ آواز میں چہرے کا حسن بھی رچا ہوتا ہے۔ مجھے آواز الگ آتی ہے اور حسن کی پائل کالوں میں الگ چھنکتی ہے۔

تمام لڑکے :- واہ واہ سبحان اللہ۔

فرید :- اگر آنکھیں نہ ہونے سے انسان حسن نہ دیکھ سکتا تو پھر ہر مرد و عورت

شاعر نہ ہوتے... اور بیوقوف نہ ہوتا... میں ان

دنوں ایک امریکی موسیقار سیٹھی ونڈرز کی کیسٹ سن رہا ہوں...

وہ بھی مجھ ایسا ہے۔

لڑکا :- یوں تو ڈاکٹر طہ حسین اتنے بڑے جید عالم تھے اور پیدائشی نابینا تھے۔

لڑکی :- اوہ سویرا حافظ آبادی تشریف لارہی ہیں۔

سویرا آتی ہے سنجیدہ اور خاموش۔ سب لوگ انتظار کرتے ہیں کہ بات کرے۔ بالآخر فرید کے سامنے کھڑے ہو کر کہتی ہے۔

سویرا :- فرید صاحب۔

فرید :- جی مس سویرا۔

وہ چائے بنا رہا ہے۔

سویرا :- دراصل آنکھیں میری نہیں تھیں جو آپ کو نہ دیکھ سکی... میں اپنی حماقت کی معافی چاہتی ہوں۔

فرید :- انسان غلطیوں کا پتلا ہے...

لڑکا :- (سرگوشی میں) یہ تو پتلی ہے۔

سویرا :- آپ کے کسی انداز سے شک نہیں ہوتا تھا... کہ آپ... اور میں

سمجھی... کہ آپ جس طرح کے لڑکے ہوتے ہیں آج کل... لڑکیوں کی توجہ

حاصل کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔

فرید :- آپ تشریف رکھئے۔ (چائے کی پیالی بنا چکا ہے) چینی ایک چمچہ۔ اس سے

زیادہ آپ کے لیے مضر ہے...

سب لوگ ہنستے ہیں۔

— CUT —

چودہواں منظر

سویرا کا چہرہ جو بار بار مڑ کر چہیے دیکھ رہا ہے... جیسے فرید کو دیکھ رہی ہو۔

— CUT —

پندرہواں منظر

ایک عالی شان حویلی۔ ایک راہداری۔ شاندار ڈرائیونگ روم۔ ایک صاف ستھرا ملازم چائے کی ٹرالی دھکیلتا چل رہا ہے۔ ڈرائیونگ روم میں داخل ہوتا ہے یہاں شہریار بیٹھا ہوا ہے۔ ایک انتہائی وجہ اور بارعب بوڑھا ہو سکے تو اس کی آنکھیں بھی خوب صورت اور بڑی بڑی ہوں۔ نہایت نفاست سے ملبوس ہے۔ ڈرائیونگ روم میں مختلف نوذرات رکھے ہیں۔ خاص طور پر نازک قسم کے بہت سارے گلہان ہیں۔ وہ ایک گلہان کے نقش و نگار دیکھ رہا ہے۔ اور خوش ہو رہا ہے۔ ملازم چائے کی ٹرالی لاتا ہے۔ شہریار خود چائے بتاتا ہے۔ پہلی سپ لیتا ہے۔ اور مسکرا کر کہتا ہے۔ ”سویرا... بیٹی اب چھپنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ چائے تمہارے ہاتھوں کی بنی ہوئی ہے... سویرا...“ سویرا ایک ستون کے پیچھے چھپی ہوئی ہے، جھانکتی ہے۔

سویرا :- ہیلو ابو ڈیر...

ہنستی ہوئی آتی ہے اور شہریار سے ملتی ہے۔ شہریار چل نہیں سکتا۔ لیکن اس منظر میں یہ نہیں بتایا جاتا۔

شہریار :- جب بھی آتی ہو، پہلے کچن میں جاتی ہو اور میرے لیے چائے بنا کر بھیج دیتی ہو... اور پھر بچوں کی طرح چھپ جاتی ہو۔

سویرا :- لیکن آپ ہمیشہ جان جاتے ہیں... کیسے ابو... کوئی ESP وغیرہ کا چکر ہے۔

شہریار :- محبت تو ہے ہی EXTRA SENSORY PERCEPTION
حسیات سے پرے اور ہوتا ہے۔ جو جاگتا ہے... میں نے چائے کا پیلا گھونٹ

بھرا تو اس میں تمہاری انگلیوں کی خوشبو تھی۔ (سویرا اپنی انگلیوں کو سونگھ کر منہ بناتی ہے) میری آنکھیں بند ہوں تو بھی جان جاؤں کہ تم کمرے میں داخل ہو گئی ہو۔

سویرا :- اگر آنکھیں بند ہوں تو بھی آؤ۔۔۔۔

شہریار :- ہاں۔۔۔

سویرا :- کوئی بھی کمرے میں داخل ہو یا صرف میں۔۔۔۔

شہریار :- صرف تم۔۔۔۔ کیونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اس لیے صرف تم، اسلام آباد کے بعد لاہور کچھ بیک ورڈ نہیں لگا۔۔۔

سویرا :- صرف عمارتیں۔۔۔۔ لوگ نہیں۔۔۔

شہریار :- ہوسٹل کا EXPERIENCE کیسا لگا؟

سویرا :- ٹھیک ہے۔۔۔ (سر ہل کر) ٹھیک ہے۔۔۔ خود یہاں عیش کر رہے ہیں۔

اور مجھے وہاں تعلیم کے بہانے ایک چھوٹے سے کمرے میں قید کر رکھا ہے۔

شہریار :- قید تو میں ہوں بیٹے۔۔۔۔ پتہ نہیں کب رہائی کا حکم آتا ہے۔

سویرا :- (پاس آ کر) آؤ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔۔۔ آپ کی صحت تو ماشاء اللہ

اب بہت اچھی ہے۔

شہریار :- پچھلے ماہ میرے ایک صحت مند دوست کا انتقال ہو گیا۔ میں نے اس

کے ڈاکٹر سے وجہ پوچھی تو کہنے لگا۔ کبھی کبھار بالکل صحت مند آدمی کا دل یکدم

ساکت ہو جاتا ہے۔۔۔ اور جہاں ہوتا ہے جیسا ہوتا ہے، ایک سیکنڈ میں ختم

ہو جاتا ہے۔۔۔ بلکہ رہا ہو جاتا ہے۔

سویرا :- (بیگ میں سے ایک گلدان نکال کر) یہ دیکھئے آؤ۔

شہریار :- (بے حد خوش) سویرا بیٹے یہ۔۔۔۔ یہ تو۔۔۔۔ منگ خاندان کے عہد

کا ہے... واہ واہ کیا نزاکت ہے۔ پھول بوٹوں میں... تم نے کہاں سے لیا....

سوہرا :- تحفے کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا کرتے... مجھے معلوم ہے کہ خوبصورت گلداں آپ کی کمزوری ہیں....

شہریار :- خوب صورت گلداں اور تم.... تمہاری امی... وہ پھولوں... وہ ہر وقت پھولوں کو اپنے سامنے رکھتی تھی... کہتی تھی کہ میں پھولوں پر نظر جماتی ہوں۔ تو سانس چلتا ہے۔ ورنہ رکتا ہے... سانس تو اس کا رک ہی گیا... اور یہ گلداں رہ گئے...

سوہرا :- امی کمرے میں داخل ہوتی تھیں تو بھی بند آنکھوں کے باوجود آپ کو پتہ چل جاتا تھا ابو۔

شہریار :- ہاں... تم ہفتے کی صبح کو جاؤ گی ناں... میں اب بہت تنہا ہو جاتا ہوں۔ تم امتحان دے لو... پھر... اچھا تو نہیں لگتا۔ لیکن میری خواہش ہے کہ شادی کے بعد تم میرے پاس رہو۔ یہ حویلی... بیٹے آپ کچھ ریسٹ کر لو ناں... اتنی لمبی ڈرائیو کر کے آئی ہو... سوہرا :- اچھا ابو۔

———— CUT ————

سوہراواں منظر

نہر کا کنارہ۔ فٹ پاتھ پر فریڈ چل رہا ہے۔ دوسری جانب سوہرا آہستہ آہستہ کار چلا رہی ہے۔ کافی دیر تک وہ اُسے مگن ہو کر دیکھتی رہتی ہے۔ بالآخر فریڈ گھبرا ہو جاتا ہے۔ کار بھی رک جاتی ہے۔

فرید :- میں سوچا کیا یہ آپ ہیں ؟

سوچا :- (میران ہو کر) ہاں ... لیکن آپ ... آپ کو کیسے معلوم ہو گیا .

فرید :- آپ کی کار کے انجن کی خاص آواز ...

سوچا :- آپ میرے ساتھ آجائیں ، میں بھی کالج ہی جا رہی ہوں ...

فرید :- لیکن میں تو کالج نہیں جا رہا .

سوچا :- آپ کہاں جا رہے ہیں ؟

فرید :- سیر کرنے ... پہلے دوپیر بیٹھ خالی ہیں ... اگر آپ پسند کریں تو آپ بھی

آجائیں ... دیکھئے کیا خوب صورت منظر ہے .

سوچا کار روک کر اترتی ہے ، اور اس کے ہمراہ چلنے لگتی ہے . باتیں کرتے جاتے ہیں .

اور چلتے جاتے ہیں ... یہاں سے ایک مونٹاژ شروع ہوتا ہے کہ یہ دونوں آہستہ

آہستہ نزدیک آ رہے ہیں . اگر مناسب ہو تو سٹیوی ونڈرز کا گانا اور لیپ کروا

دیا جائے .

———— CUT ————

کسی بھی سیٹ پر ۔ سوچا اور فرید ۔

فرید :- آنکھیں نہ ہوں تو زندگی گزارنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں .

میں سمجھتا ہوں کہ معذور انسان اگر اپنے آپ پر ترس کھانا اور آنسو بہانا

چھوڑ دے تو آدھے مسئلے حل ہو جاتے ہیں ...

سوچا :- اور باقی آدھے ...

فرید :- ان کے لیے صرف ہمت درکار ہے ... میں پچھلے چھ سات برس سے ہر وہ

کام کر رہا ہوں جو ایک نارمل انسان کرتا ہے . گاڑیوں اور بسوں میں سفر

کرتا ہوں . پڑھتا ہوں . اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھتا ہوں ... اپنے آپ کو

تھوڑا سا ڈسپلنڈ کرنا پڑتا ہے بس۔

سویرا :- آئندہ کے بارے میں کیا سوچا ہے ؟

فرید :- بلقیس کی والدہ اگر انکار نہ کر دیتیں تو اس کے ساتھ شادی کرنا اور اپنی زمین کی دیکھ بھال کرتا۔

سویرا :- دمسکراتی ہے، یوں بھی تم شاید اب کسی کم پڑھی لکھی لڑکی کے ساتھ زندگی بسر نہ کر سکو۔۔۔

فرید :- نہیں میں تو کروں۔۔۔

سویرا :- دغصے سے، تو پھر بلقیس بیگم سے بات کی جائے ؟

فرید :- بات۔۔۔ پتہ نہیں۔۔۔ ویسے تو اماں جی کہتے تھے کہ بلقیس روتی بہت ہے۔

سویرا :- اچھا اچھا بہت روتی ہے۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ ٹھیک ہے فرید جاؤ اپنی

رونے والی ٹریسڈی کوئین کے پاس۔۔۔ خدا حافظ۔۔۔

جاتی ہے۔

فرید :- دحیرت سے، اب اسے کیا ہوا ہے ؟

— CUT —

ستر ہواں منظر

فرید اپنے کمرے میں پڑھ رہا ہے۔ ساتھ میں ہلکی آواز میں ٹیپ ریکارڈر بھی چل

رہا ہے۔ سویرا اندر آتی ہے اور خاموشی سے کھڑی ہو جاتی ہے۔

فرید :- (تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر، سویرا) خاموش رہتی ہے، مجھے معلوم

ہے تم ہو۔۔۔۔

سویرا :- کوئی بھی کمرے میں داخل ہو جاتا تو تمہیں معلوم ہو جاتا ؟

فرید :- نہیں صرف اماں جی ... اور اب تم ...
 سویرا پر شہریار کی آواز اور ریپ ہوتی ہے ۔ صرف تم ... کیونکہ میں تم سے محبت
 کرتا ہوں اس لیے صرف تم ...
 سویرا مسکراتی ہوئی چلی جاتی ہے ۔

———— CUT ————

اٹھارہواں منظر

امتحان ہو رہے ہیں ۔ سویرا ، اور باقی لوگ تو لکھ رہے ہیں ۔ جب کہ فرید کے ہمراہ
 ایک نوجوان لڑکا ہے ۔ فرید کو پیپر پڑھ کر سناتا ہے اور فرید جو کچھ بتاتا ہے وہ پرچے
 پر لکھتا جاتا ہے ۔

———— CUT ————

انیسواں منظر

فرید کا ہوسٹل ۔ اس کے دوست پکینگ کر رہے ہیں ۔ گھروں کو لوٹ رہے ہیں ۔
 لڑکا :- (کمرے میں جھانکتے ہوئے) اوہو صاحب بہادر جانا نہیں ہے اس
 پیٹچر جگہ سے ... اب کیا ضرورت ہے یہاں رہنے کی ... امتحان تو
 ختم ہو گئے ۔

فرید :- میں کل جاؤں گا ... خدا حافظ !
 لڑکا :- اگر تین بجے کی گاڑی پر جانا ہے تو میرے ساتھ آ جاؤ فرید ... نہیں
 تو خدا حافظ ...
 فرید :- شکریہ ... خدا حافظ

لڑکا :- اللہ تیرا شکر ہے۔ فرید صاحب آج شام میں اپنی پیاری امی کے پاس بیٹھا دیسی گھی کے پراٹھے کھا رہا ہوں گا اور آپ کینٹین کی سڑی ہوئی روٹیاں کھا رہے ہوں گے۔ خدا حافظ۔

سویرا آتی ہے۔ سانس چڑھا ہوا۔ اندر جھانکتی ہے اور پھر اسے اطمینان ہوتا ہے۔

سویرا :- مجھے ڈرتھا کہ کہیں تم بھی امتحان سے فارغ ہوتے ہی یہاں سے بھاگ نہ جاؤ۔۔۔۔۔

فرید :- میں نے دراصل اماں جی اور بھابی کے لیے ایک دو جوڑے خریدنے تھے اس لئے رُک گیا۔

سویرا :- بلیس کے لیے کچھ نہیں خریدنا؟

فرید :- اس لمحے اگر اس معصوم دیہاتی لڑکی کو معلوم ہو جائے کہ ایک انتہائی پڑھی لکھی اور خوب صورت لڑکی صرف اس کی وجہ سے جل جل کر کباب ہوئی جاتی ہے تو وہ کیا کہے۔۔۔

سویرا :- میں خواہ مخواہ۔۔۔ اچھا اب آپ ذرا اٹھئے اور میرے ساتھ چلئے۔۔۔

فرید :- کہاں؟

سویرا :- جہاں میں لے چلوں۔۔۔

فرید :- کوئی بہت خفیہ پروگرام ہے؟

سویرا :- ہاں۔۔۔ (اس کا بازو تھام لیتی ہے) اور یہ ٹیپ ریکارڈر بھی لے چلو۔

ہاں ہاں لے چلو

CUT

بیسواں منظر

دونوں کار پر جا رہے ہیں۔ کوئی ایک مقام جہاں ارد گرد جنگل ہو۔ بہت سارے

درخت ہوں، درختوں کے قریب کار کھڑی ہوتی ہے، فرید حیران ہے کہ یہاں کیوں لائی ہے، وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر جنگل میں چل رہی ہے، پھر ایک نسبتاً صاف جگہ آتی ہے، یہاں ایک میز ہے، اس پر ایک کیک ہے اور ایک موم بتی جل رہی ہے، صرف دو کرسیاں ہیں، سویرا ٹیپ ریکارڈر بھی وہیں رکھ دیتی ہے، اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک کرسی پر بٹھاتی ہے اور خود سامنے بیٹھ جاتی ہے۔

سویرا :- میری طرف دیکھو فرید۔

فرید :- (مسکرا کر) اچھا۔

سویرا :- میں سویرا ہوں۔

فرید :- وہ تو تم ہو۔۔۔۔

سویرا :- تم مجھے پیپی برتھ ڈے نہیں کہو گے فرید۔۔۔

فرید :- برتھ ڈے، تمہاری! کیا ہو رہا ہے سویرا۔۔۔

سویرا :- ہم ایک گھنے جنگل کے درمیان میں بیٹھے ہیں، میز پر میری ساگرہ کا کیک ہے اور ایک موم بتی روشن ہے۔

فرید :- اچھا۔۔۔ (ہاتھ آگے کر کے) ہاں بہت تپش ہے اس میں۔

سویرا :- بہت تپش ہے فرید۔۔۔ بہت زیادہ۔

فرید :- پیپی برتھ ڈے ٹو سویرا۔۔۔

سویرا :- نہیں ابھی نہیں۔

وہ موم بتی کو پھونک مار کر بجھاتی ہے۔ اور پھر وہی پھونک فرید کے چہرے پر اور پھر کیک کاٹتی ہے، فرید تالیاں بجا کر کہتا ہے، "پیپی برتھ ڈے ٹو سویرا۔۔۔" ٹیپ ریکارڈر پر سٹیڈی ونڈرر کا گانا کمرہ پُل آؤٹ کرتا ہے اور جنگل دکھائی دیتا ہے۔